20 ۔ مال گودام روڈ

مرزا محمود سرحدی

بند نمبر 1

یوں تو میرے شہر میں سڑکیں کئی ہیں لازوال
لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے نہیں جس کی مثال

مفہوم:

یوں تو پشاور میں کئی لازوال سڑکیں ہیں لیکن مال گودام روڈ ایسی سڑک ہے جو بے مثال ہے۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

تشریح طلب شعر میں مرزا محمود سرحدی مال گودام روڈ پشاور کی حالت زار بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یوں تو میرے شہر پشاور کی متعدد سڑکوں کی حالت نہایت خراب ہے لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے جس کی خرابی کی کوئی اور مثال نہیں دی جاسکتی۔ سڑکیں رابطے، نقل و حرکت، ترسیلِ سامان اور منزلِ مقصود کی طرف جانے کا راستہ اور ذریعہ ہوتی ہیں۔ ان کی حالت درست ہو تو سفر اور ترسیل سہل اور آسان ہوتی ہے۔ اور اگر حالت خراب ہو تو بشر و سامان دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ سڑکیں روابط کا ذریعہ ہیں ان کی خرابی روابط میں رکاوٹ بنتی ہے۔ چنانچہ شاعر شہر کی بنیادی، مشہور اور مصروف سڑک کی خرابی پر دل گرفتہ ہے۔ مال گودام روڈ پشاور کی مشہور شاہراہ ہے لیکن اس پر جابجا گڑھے پڑ چکے ہیں۔ خشکی میں یہاں موٹر گاڑیاں ڈگمگاتی ہیں اور بارش میں یہاں کشتیاں چل سکتی ہیں۔ کھڈے، کھائیاں اور گڑھے جابجا موجود ہیں اور سواری کا سواری سمیت کسی وقت بھی تختہ الٹ سکتا ہے۔ حکومت انہی سواریوں سے بہت سے محصول وصول کرتی ہے لیکن نہ جانے اس محصول کا استعمال کہاں ہوتا ہے۔ سڑک پہ تو نظر نہیں آتا۔ شاعر سنجیدہ ہو یا مزاحیہ، معاشرے کا ذہن ہوتا ہے، نقائص اجاگر کر کے اصلاح کا طالب ہوتا ہے۔ مرزا محمود سرحدی بھی متعلقہ محکموں اور حکومت سے سڑک کی تعمیر نو کے طلبگار ہیں۔

میرے دیس کی راہیں، آئیں جب چاہیں
یہاں ٹوٹتی ہیں ٹانگیں پھر ٹوٹتی ہیں باہیں

غور طلب پہلو یہ ہے کہ اس سڑک کی خستہ حالی سے اس کے نگران کار محکموں کی انتظامی خستہ حالی صاف عیاں ہے۔ محکمہ ہائی وے اور سی ڈبلیو ڈی نے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں کوتاہی برتی ہے۔ اگر وہ بیدار اور نیک نیّت ہوتے تو یہ سڑک شاندار ہوتی۔

بند نمبر 2

اس کی چھاتی پر کئی ٹانگے الٹ کر رہ گئے

سیکڑوں گھوڑوں کا اس پر ہو چکا ہے انتقال

مفہوم:

مال گودام روڈ کی چھاتی پر کئی ٹانگے الٹ چکے اور سیکڑوں گھوڑے انتقال کر چکے۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں مرزا محمود سرحدی مال گودام روڈ پشاور کی بدحالی کی منظر کشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگرچہ مال گودام روڈ شہر کی مرکزی شاہراہ ہے جو شہر میں تجارتی ترسیل سامان اور عوامی نقل و حرکت کا بنیادی ذریعہ ہے لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ اس پر جابجا گڑھے اور کھڈے ہیں۔ کتنے ہی ٹانگے اس پر الٹ چکے ہیں اور گھوڑے جیسا جانور جو غیر ہموار سطح پر بھی دوڑ سکتا ہے، گڑھے پھلانگ سکتا ہے، اس سڑک پر مصیبت میں ہوتا ہے اور سیکڑوں گھوڑوں کا اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے۔

سڑک تو آسانی سے سفر کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ شاہراہ تو عام عوام کے سفر کو آسان بناتی ہے اور اس پر چلنے والی ٹریفک ملکی معاشی جسم کی رگ ہوتی ہے۔ مال گودام روڈ جیسی سڑک شہر کی شہ رگ ہوتی ہے۔ اگر شہ رگ کا یہ حال ہے تو شہر میں سفر اور ترسیلِ سامان کی کیا حالت ہوگی، بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شاعر نے مزاحیہ انداز میں اس سڑک پر سیکڑوں گھوڑوں کے مرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر سیکڑوں گھوڑے انتقال فرما چکے ہیں تو ان سیکڑوں لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ان گھوڑوں کے ساتھ منسلک ٹانگوں پر سوار تھے۔ غور طلب پہلو یہ بھی ہے کہ ہائی وے اور سی ڈبلیو ڈی محکموں کی کام چوری بھی عیاں ہو رہی ہے۔

بند نمبر 3

آس پاس اس کے جو بستے ہیں نہ ان کی پوچھیے

جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ خستہ حال

مفہوم:

اس سڑک کے ارد گرد بسنے والوں کی نہ پوچھیں۔ سڑک کی حالت جتنی خراب ہے اس سے زیادہ یہ لوگ خستہ حال ہیں۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں وہ مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی اور اس کے عوام پر پڑنے والے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سڑک کھڈوں، کھائیوں اور گڑھوں کا مرکز ہے اس پر سفر اور ترسیلِ سامان مشکل ہے۔ کئی ٹانگے الٹ چکے ہیں اور سیکڑوں گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہے۔

چنانچہ اب یہ سڑک ویران ہو چکی ہے اور جتنی یہ ویران ہے اس کے ارد گرد کے لوگ بھی اسی خستہ حالی اور ویرانی کا شکار ہیں گرد و غبار کے بادل اڑتے ہیں۔ ارد گرد کے بسنے والے جب نقل و حرکت ہی نہ کر سکیں اور ان کے لئے سفر کرنا محال ہو تو ان کی معاشرتی اور معاشی زندگی کی خستہ حالی صاف ظاہر ہے۔ سڑک معاشی سرگرمی کا ذریعہ اور سفر کا وسیلہ ہوتی ہے۔ معاشی سرگرمیاں سامان اور افراد کی نقل و حرکت سے عبارت ہیں اور شاہراہیں اس میں معاون ہوتی ہیں۔ اگر سڑک کا یہ حال ہو کہ اس پر نقل و حرکت محال ہو تو معاشی حالت نہایت خراب ہو گی۔ یہی کیفیت مال گودام روڈ پشاور کی ہے۔ چنانچہ اس کے ارد گرد بسنے والے اس کی خرابی سے شدید متاثر ہیں اور شاعر کے بقول خستہ حال ہو چکے ہیں۔

غور طلب پہلو یہ ہے کہ شاعر نے اس پر سفر کرنے والے افراد اور جانوروں کی بدحالی کا ہی تذکرہ نہیں کیا بلکہ اس سے معیشت پر پڑنے والے اثرات کے نقطے کو بھی موضوعِ شعر بنایا ہے اور کہا ہے کہ جیسی حالت سڑک کی ہے ویسی ہی حالت اس کے ارد گرد بسنے والوں کی ہو چکی ہے۔

ایک اور زاویے سے دیکھا جائے تو اس سڑک کی خستہ حالی محکمہ ہائی وے اور سی ڈبلیو ڈی کی ذہنی اور انتظامی پسماندگی کو بھی اجاگر کر رہی ہے۔ اس سڑک کی حالتِ زار ان محکموں، جو اس کی دیکھ بھال کے ذمہ دار ہیں، کے کارکنان کی کام چوری اور بے ایمانی کا بھی مظہر ہے۔

بند نمبر 4

رونقیں ہی رونقیں ہیں جس طرف بھی دیکھیے
چیخنے لگتے ہیں اس پر شام ہوتے ہی شغال

مفہوم:

یہ سڑک اتنی ویران ہے کہ شام ہوتے ہی اس پر گیدڑ چیخنے لگتے ہیں۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں وہ مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی اور ویرانی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شہر کی یہ مشہور سڑک جو کبھی معاشی اور سفری سرگرمیوں کا پُر رونق مظہر تھی اب ویران ہو چکی ہے۔ وہ مزاحیہ رنگ میں کہتے ہیں کہ اس سڑک کی رونقیں دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیا ہی پر رونق سڑک ہے، جونہی شام ہوا اس کی رونق جوبن پر ہوتی ہے اور گیدڑ چیختے دوڑتے دکھائی و سنائی دیتے ہیں۔

مشرقی ادب میں گیدڑ کی موجودگی ہمیشہ ویرانوں اور جنگلوں میں پائی گئی ہے۔ اگر مال گودام روڈ پشاور پہ گیدڑ اٹھکیلیاں کرتے پھر رہے ہیں تو صاف ظاہر ہے وہاں انسانوں کا گزر اب نہیں رہا۔ بنیادی شاہراہیں تو آٹھوں پہر مصروف ہوتی ہیں لیکن شہر کی بنیادی شاہراہ پر سرِ شام ہی گیدڑوں کی رونقیں نمودار ہوتی ہیں تو اس کا مطلب ہے بنی نوع انسان کا اس شاہراہ سے تعلق عرصہ دراز سے قطع ہو چکا ہے۔ شاہراہ کی رونق آمد و رفت ہے انسانوں، گاڑیوں اور سامان کی آمد و رفت۔ لیکن کمال بات ہے کہ مال گودام روڈ کی رونق گیدڑوں کی چوکڑیاں بھرنا اور ان کا چیخنا چلانا ہے۔

شاعر نے مزاحیہ انداز میں جہاں سڑک کی خستہ حالی کو اجاگر کیا ہے وہاں اس کی تعمیر و نگرانی کے ذمہ دار محکموں کی کارکردگی کی خستہ حالی کو بھی اجاگر کیا ہے کہ ماشاءاللہ ان کی شاندار کارکردگی کی وجہ سے یہ سڑک اب ویران ہو چکی ہے اور گیدڑوں کے لئے کھیل کود کا میدان بن چکی ہے۔

بند نمبر 5

لاریاں پٹرول کی دیکھو گے اس پر صبح و شام
ورنہ انسان تو نظر آتا ہے اس پر خال خال

مفہوم:

صبح و شام اس پر خراب گاڑیاں نظر آتی ہیں لیکن انسان نظر نہیں آتا۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی ممتاز مزاح نگار تھے۔ مشاہداتی مزاح نگاری کے ذریعے مسائل اجاگر کرنے میں انہیں ملکہ حاصل ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں وہ مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صوبائی مرکز پشاور شہر کی مرکزی شاہراہ مال گودام روڈ شدید شکست و ریخت کا شکار ہے اور کھڈوں، کھائیوں اور گڑھوں کا مرکز ہے۔ اس پر پٹرول گاڑیاں تو جابجا دکھائی دیتی ہیں لیکن یہ وہ گاڑیاں ہیں جو اس سڑک کی کھائیوں کو عبور کرنے میں اور یہاں حرکت کرنے میں ناکام رہیں۔ کسی کا ایکسل ٹوٹ چکا ہے تو کسی کا گئیر، کسی کے پہیے کام کرنے کے قابل نہ رہے تو کسی کے ٹائر پہیوں کا ساتھ نہ دے سکے۔ بعض گاڑیوں کے انجن جو کئی گھوڑوں کی طاقت رکھتے تھے، جواب دے چکے۔ ظاہر ہے جس سڑک پر سیکڑوں اصلی گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہو وہاں گھوڑوں کی طاقت رکھنے والے انجن کیا چیز ہیں۔ پٹرول گاڑیاں عموماً طاقتور سمجھی جاتی ہیں لیکن مال گودام روڈ کی رکاوٹوں اور کھائیوں نے ان کی طاقت کا نشہ ہرن کر دیا ہے۔ اب یہ پٹرول گاڑیاں ڈھانچوں اور ٹکڑوں کی شکل میں اس سڑک پہ صبح و شام دکھائی دیتی ہیں لیکن انسان خال خال ہی دکھائی دیتا ہے، یہ سوار نہیں بلکہ پیدل آدمی ہوتا ہے۔ اور شاید ان گاڑیوں کی باقیات سے مستفید ہونے آتا ہے۔ سڑک ناکام عاشق کے دل کی مانند ہے۔ داغ ہیں، ٹکڑے ہیں، ویرانی ہے اور اداسی ہے۔ رونق مفقود ہو چکی کہ رونق کا باعث آمد و رفت جو غائب ہو چکی اور آمد و رفت کے غائب ہونے کی وجہ ہے اس سڑک کی خستہ حالی بلکہ خوفناک حالی۔

شاہراہوں کی تعمیر و ترقی کے ذمہ دار محکموں کی کارکردگی کی خستہ حالی صوبائی مرکز پشاور کی مرکزی شاہراہ کی خستہ حالی سے عیاں ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

بند نمبر 6

اس میں ایسی کھائیاں ایسے ایسے غار ہیں
دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال

مفہوم:

اس سڑک میں ایسی کھائیاں اور ایسے قبر نما غار ہیں کہ جن میں مرنے کے بعد انسان دفن ہو سکتا ہے۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی ممتاز مزاح نگار تھے۔ان کے طنز و مزاح پر مقامی اور مشاہداتی رنگ غالب ہے۔وہ اپنے ارد گرد کی صورتحال کی مضحک تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

تشریح طلب شعر میں مرزا محمود سرحدی مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی اور پریشان حالی کی منظر کشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شہر کی مرکزی شاہراہ جو سفر اور ترسیلِ سامان کا بنیادی راستہ اور ذریعہ ہے اس کی حالت نہایت ابتر ہے۔ یہ سڑک اب کھائیوں، کھڈوں، غاروں اور گڑھوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔اس میں ایسی کھائیاں ایسے ایسے غار بن چکے ہیں کہ اس پر سفر کرنا تو کسی طور ممکن نہیں البتہ اس سڑک کو قدرتی قبرستان کہنا چاہیے۔ان گہری کھائیوں اور غاروں کی مشابہت قبروں سے ہے۔ان میں انسانوں کو مرنے کے بعد دفن کیا جا سکتا ہے۔مرزا محمود سرحدی کی مزاحیہ رنگ میں سڑک میں موجودہ کھائیوں اور گڑھوں کو نمایاں کیا ہے اور یہ کہہ کر ان میں انسان کو مرنے کے بعد دفن کیا جا سکتا ہے،ان گڑھوں اور کھائیوں کی گہرائی کو اجاگر کیا ہے۔

سڑکیں اور شاہراہیں معیشت و روابط کی زندگی کی علامت ہوتی ہیں۔انسان اور سامان کی بڑی نقل و حرکت سڑکوں سے ہو کر وقوع پذیر ہوتی ہے۔رستے ملک کے لیے اتنی ہی اہم ہیں جتنی دل کے لئے شریانیں اور وریدیں۔جب شہ رگ ہی ترسیل خون کا کام نہ کر سکے تو دل کا کام ختم سمجھیں۔مال گودام روڈ شہر کی بڑی شاہراہ اور شہ رگ ہے۔اب جناب اس پر تو غار نما گہری کھائیاں ہیں۔شہر کی بالخصوص اور سڑک کے ارد گرد رہنے والے لوگوں کی زندگی بالعموم پریشان حالی کا نمونہ بن چکی ہے۔دوسرے لفظوں میں شاعر کے بقول سڑک قبرستان کی قبروں کا نعم البدل ہے۔

شاعر نے مشاہداتی مزاح کے ذریعے سڑکوں کی تعمیر و ترقی کے ذمہ دار اداروں کی ذہنی خستہ حالی اور اخلاقی خستہ حالی اجاگر کی ہے کہ سی ڈبلیو ڈی اور ہائی وے ڈیپارٹمنٹ نے کام چوری اور غیر ذمہ داری کی انتہا کر دی ہے،جو ان کے کارندوں کے اخلاقی دیوالیہ پن کا مظہر ہے۔

بند نمبر 7

ڈگمگا جاتے ہیں ریڑھے لڑکھڑا جاتی ہے جیپ
واپس آ جائے سلامت سائیکل کی کیا مجال

مفہوم:

اس سڑک پر ریڑھے ڈگمگا جاتے ہیں اور جیپ لڑکھڑا جاتی ہے۔سائیکل اس سڑک پہ جا کر سلامت واپس نہیں آ سکتی۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

تشریح طلب شعر میں وہ مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی کی منظر کشی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاہراہیں ترسیلِ سامان اور سفر کا ذریعہ اور راستہ ہوتی ہیں۔لیکن شہر کی یہ بنیادی شاہراہ کھڈوں، کھائیوں اور گڑھوں کا مرکز بن چکی ہے۔اس پر آمد و رفت ناممکن ہو چکی ہے۔اگر کوئی ریڑھا اس سڑک پر سفر کے لیے آ ہی جائے تو ان کھڈوں، کھائیوں کو عبور کرنا اس کے لیے ناممکن ہے۔اکثر ریڑھے ڈگمگا جاتے ہیں اور کسی کھائی میں گرے ہوتے ہیں۔جیپ جو کچے پکے راستے اور ڈھلوانی پتھریلے راستے بھی عبور کر لیتی ہے اس سڑک پر لڑکھڑاتی دکھائی دیتی ہے۔لڑکھڑا کر

گرنا تو پھر اس کے لیے لازم ہے۔ اگر اس سڑک پر سائیکل چلائی جائے تو خواہ کتنی ہی احتیاط کی جائے، اس کا جوڑ جوڑ ہل جاتا ہے اور واپس سلامتی سے نہیں آسکتی۔

سڑکیں آمدورفت کا بنیادی وسیلہ ہیں۔ انسانوں کی سفری اور کاروباری نقل و حرکت انہی پر ہوتی ہے۔ یہ ملکی اور معاشرتی جسم کے دل کی وریدیں ہیں۔ اگر وریدیں آمدورفت کے قابل نہ رہیں تو دل کا کام بند سمجھیں۔ اگر سڑک خراب ہے تو صاف عیاں ہے کہ معاشرتی اور تجارتی آمدورفت کا نظام خراب ہے اور اگر مال گودام روڈ جیسی بڑی شاہراہ کی اتنی بری حالت ہے تو سفری و تجارتی نقل و حرکت کی حالت بھی اتنی ہی بری ہو گی۔

شاعر نے مزاحیہ انداز میں سڑک کی خرابی کو اجاگر کیا ہے کہ اس پر ریڑھے اور جیپیں لڑکھڑاتی ہیں اور سائیکل تک سلامت واپس نہیں آتی۔ ایک تیسرے زاویے سے دیکھا جائے تو شاعر نے طنز و مزاح کے ذریعے سڑکوں کی تعمیر و ترقی کی محکموں کی کارکردگی کی خرابی کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اگر بنیادی شاہراہ کا یہ حال ہے تو ان محکموں کی مجموعی کارکردگی پر بڑا سوالیہ نشان ہے۔

بند نمبر 8

مینہ برس جائے تو چل سکتی ہیں اس پر کشتیاں
ڈوب جانے کا بھی ہو جاتا ہے اکثر احتمال

مفہوم:

اگر بارش ہو جائے تو اس سڑک پر موجود گڑھوں کے پانی میں کشتیاں چل سکتی ہیں اور انسان کے ڈوبنے کا بھی احتمال ہے۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں وہ مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی کو مزاحیہ انداز میں اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سڑکیں ترسیل سامان اور سفر کا بنیادی ذریعہ ہوتی ہیں۔ شہر پشاور کی مرکزی شاہراہ جو پورے شہر کے تجارتی و معاشرتی روابط کا ذریعہ ہے، کی حالت نہایت خراب ہے۔ اس پر جگہ جگہ گڑھے، کھڈے اور کھائیاں بن چکی ہیں۔ یہاں جیپیں، ٹانگے الٹ چکے ہیں اور گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہاں بارش ہو جائے تو یہ سڑک ندی نالے کا روپ دھار لیتی ہے اور اس میں آسانی سے کشتیاں چل سکتی ہیں اور کھڈوں اور گڑھوں میں پانی اتنا گہرا ہوتا ہے کہ ڈوب جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ مرزا محمود سرحدی نے مزاحیہ انداز میں مال گودام روڈ کی بدحالی کو نمایاں کیا ہے کہ گڑھے اور کھڈے اتنے گہرے ہیں کہ اگر بارش کا پانی ان میں کھڑا ہو جائے تو کشتیاں چلانے اور ڈوبنے کا موقع بن جاتا ہے۔ یہ کیسی سڑک ہے جہاں سے انسان کا سفر آسان ہونے کی بجائے تکلیف دہ بن جائے۔

عام راستے ہوں یا بڑی اور مرکزی شاہراہیں، روابط اور نقل و حرکت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ انہیں باسہولت ہونا چاہیے۔ تکلیف دینے کے بجائے آسانی دینے والا ہونا چاہیے۔ یہ کاروباری زندگی کے لیے اتنی ہی اہم ہیں جتنی دل کے لیے شریانیں۔ اگر شہ رگ ہی خون کے لوتھڑوں سے بند ہو تو دل کا کام بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مال گودام روڈ جو شہر کی مرکزی شاہراہ ہے، اس کی حیثیت کاروباری یا تجارتی امور کے لیے شہ رگ کی ہے

کیونکہ سامان کی بڑی ترسیل کا کام اسی کے ذریعے ہوتا ہے۔اب اس کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ جب اس پر گڑھے اور غاریں ہیں تو تجارتی نقل و حرکت کا کام مفقود سمجھیں۔

ایک اور زاویے سے دیکھا جائے تو اس مرکزی شاہراہ کی بدحالی سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے ذمہ دار اداروں کی کام چوری اور خراب کارکردگی کا مظہر ہے۔ سی ڈبلیو ڈی اور ہائی وے نے اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں۔ شاعر معاشرے کا ذہن ہوتا ہے۔ مرزا محمود سرحدی نے اس اہم مسئلہ کو مزاح نگاری سے اجاگر کر کے سامان مزاح ہی مہیا نہیں کیا بلکہ اس تکلیف دہ شہری مسئلے کو اجاگر کر کے قومی خدمت کی ہے۔

بند نمبر 9

اس کی ڈھلوانوں پر موٹر کا دھڑک جاتا ہے دل
اس کے موڑوں پر لرز جاتے ہیں اکثر باکمال

مفہوم:

اس کی ڈھلوانوں پر گاڑیوں کے دل لرزتے ہیں اور اس کے موڑوں پر باکمال ڈرائیور بھی کانپ جاتے ہیں۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے اردگرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

تشریح طلب شعر میں وہ مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی کو اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مال گودام روڈ شہر کی بڑی اور مرکزی شاہراہ ہے۔ سامان کی ترسیل اور عوامی سفر کا بنیادی راستہ ہے۔ اپنی اہمیت کے باعث اس کی حالت بہت اچھی ہونی چاہیے لیکن اس کی حالت نہایت خراب ہے۔اس پہ جابجا کھڈے، کھائیاں اور گڑھے بن چکے ہیں۔ نشیب و فراز اور ڈھلوانیں بن چکی ہیں۔اس کی ڈھلوانوں پر موٹر گاڑی زور لگا کے چیخنے لگ جاتی ہے۔ ہر گاڑی گھبراتی ہے اور اس کا دل خوف ناک ڈھلوانوں کو دیکھتے ہی دھک دھک کرنے لگتا ہے۔اس باکمال سڑک پر ایسے ایسے موڑ بن چکے ہیں کہ بڑے بڑے ماہر ڈرائیور گاڑی چلاتے وقت لرزنے لگتے ہیں۔

سڑکیں اور شاہراہیں ترسیلِ سامان اور سفر کا بنیادی ذریعہ ہیں۔اس کے بغیر انسان و سامان کی نقل و حرکت مشقت طلب کام ہے۔ رستے ملک کے لیے اتنے ہی اہم ہیں جتنی دل کو فراہمی خون کے لیے شریانیں اور وریدیں۔ جیسے شریانوں میں بندش امراضِ قلب اور دل کے دورے کا باعث ہے اسی طرح سڑکوں کی خرابی نقل و حرکت کیلئے خرابی کا باعث ہوتی ہے۔ مال گودام روڈ پشاور شہر کی مرکزی شاہراہ ہے اور یہ شہر صوبائی مرکز بھی ہے۔اس کی حالت یہ ہے کہ اس پر خطرناک موڑ اور پُرخطر نشیب و فراز وجود میں آچکے ہیں۔ان پر گاڑی چلاتے ہوئے ماہر ڈرائیور کا دل لرزتا ہے اور گاڑی کا انجن چیخنے اور گریہ و فریاد کرنے لگ جاتا ہے۔

دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو بذریعہ مزاح مرزا محمود سرحدی نے سڑک کی تعمیر و مرمت کے محکموں کی خراب کارکردگی کو بھی اجاگر کیا ہے کہ کس جانفشانی اور توجہ سے وہ کام چوری اور غیر ذمہ داری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ سی ڈبلیو ڈی اور ہائی وے کی مجرمانہ غفلت کے باعث سڑک غاروں، کھائیوں اور گڑھوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔

بند نمبر 10

اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق
اس کے لوٹ آنے کا پیدا ہی نہیں ہوتا سوال

مفہوم:

اس سڑک پر جو چلا جائے اس کے لوٹ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی کا شمار اردو کے ممتاز مزاح نگار شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کی مضحک تصویریں شاعرانہ مہارت سے اجاگر کرتے ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں مرزا محمود سرحدی مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی کو مزاحیہ انداز میں نمایاں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مال گودام روڈ پشاور شہر کی مرکزی شاہراہ ہے جو نقل و حرکت کا مرکزی ذریعہ ہے، اس پہ گڑھے، کھائیاں، اور کھڈے بن چکے ہیں۔ اس پہ گاڑیاں چلنا تو محال گھوڑوں کا گزر مشکل ہے اور کئی گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ گاڑیاں اور سائیکل اگر اس سڑک پہ چلے جائیں تو واپس آنا ناممکن ہے۔ اس سڑک کی حالت اتنی خراب ہے کہ اگر کوئی شخص اس پر سفر کا ارادہ کر لے یا اتفاقاً آجائے تو اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ سلامتی سے لوٹ آئے۔ جس سڑک پہ اتنے گہرے غار ہوں کہ وہاں انسان بعد از مرگ دفنایا جاسکے وہاں سفر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

چھوٹی سڑکیں ہوں یا بڑی شاہراہیں نقل و حرکت کا بنیادی وسیلہ ہوتی ہیں۔ سامان کی ترسیل اور انسانی سفر انہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ جیسے نظامِ دورانِ خون کا عمل شریانوں اور وریدوں کے ذریعے ہوتا ہے اور اگر شریانوں میں بندش پیدا ہو جائے تو ترسیلِ خون اور عملِ قلب خراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شاہراہوں کی خرابی کاروباری اور تجارتی سامان کی نقل و حمل اور انسانی نقل و حرکت میں بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جب سڑک ایسی ہو کہ اس پر اگر اتفاقاً سفر کیا جائے تو زندہ سلامت واپس آنے کا امکان نہ ہو تو وہاں معیشت اور انسانی روابط کی کیا حالت ہو گی؟

تیسرے زاویے سے دیکھا جائے تو شاعر نے مزاحیہ انداز میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت کی ذمہ دار اداروں کی ذہنی پسماندگی، غیر ذمہ داری اور کام چوری کو بھی اجاگر کیا ہے کہ مال گودام روڈ پشاور کی ناگفتہ بہ حالت، جس پر غار گڑھے، کھڈے اور کھائیاں ہیں، سے ان اداروں یعنی سی ڈبلیو ڈی اور ہائی وے کی کارکردگی کی حالت زار صاف عیاں ہے۔

بند نمبر 11

سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح
اس کی بدحالی کا آتا ہے حکومت کو خیال

مفہوم:

میں سوچتا رہتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح اس سڑک کی بدحالی کا حکومت کو کب خیال آتا ہے۔

تشریح:

مرزا محمود سرحدی اردو طنز و مزاح میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے طنز و مزاح پر مقامی ماحول کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی مزاحیہ تصویریں شاعرانہ فنکاری سے اجاگر کرتے ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں مرزا محمود سرحدی مال گودام روڈ پشاور کی خستہ حالی اور حکومت کی بے توجہی کو نمایاں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مال گودام روڈ پشاور شہر کی مرکزی شاہراہ ہے جس کے ذریعے بنیادی تجارتی اور انسانی نقل و حرکت ہوتی ہے۔ اس کی موجودہ حالت یہ ہے کہ اس پر گڑھے، کھائیاں، کھڈے اور غاریں وجود میں آچکی ہیں اور گاڑیوں کا گزرنا محال ہے۔ کئی گھوڑے ان رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے انتقال کر چکے ہیں۔ اگر اتفاقاً اس پر سفر کیا جائے تو واپس زندہ سلامت آنا ناممکن ہے۔ یہاں برسات میں کشتیاں چل سکتی ہیں۔ اس پر موجود غاروں میں بعد از مرگ انسان دفن ہو سکتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ سڑک جو مرکزی سڑک ہے ناقابل سفر ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں مسلسل سوچتا رہتا ہوں کے حکومت کو کب اس کی بدحالی کا خیال آئے گا۔ حکومت ہر معاملے میں ہی سست ہے۔ میرا وظیفہ جو حکومت سے وصول ہوتا ہے اس کی حالت بھی مال گودام روڈ پشاور کی طرح خراب ہے۔ ایک تو مالیت کم بلکہ معمولی اور اوپر سے بہت سی رکاوٹوں کو عبور کر کے، حالات کی سختی سہہ کر وصول ہوتا ہے۔

شاعر نے مزاحیہ انداز میں سڑک کی خستہ حالی کے ذکر میں اپنے وظیفے کا ذکر کر کے تفنن میں اضافہ کر دیا ہے۔ سڑک کی خستہ حالی کو اپنے وظیفے سے تشبیہ دی ہے اور سڑک کی تمام حالتِ زار سے اپنے وظیفے کی حالتِ زار اجاگر کی ہے۔ نیز حکومت سڑک کی تعمیر و مرمت میں سست روی اپنے وظیفے کے معاملے میں حکومتی سست روی سے تشبیہ دی ہے کہ جیسے حکومت میرے وظیفہ کی حالت اور فراہمی میں سست اور بے عملی کا شکار ہے ایسے ہی سڑک کی تعمیر و مرمت میں سستی کام چوری اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ شاعر ممتنی ہے کہ حکومت کے سڑک کی تعمیر و ترقی کے ذمہ دار ادارے اور شاعر کے وظیفے کی بہتری و فراہمی کے ادارے جلد متحرک ہوں اور مال گودام روڈ پشاور کی خستگی و بدحالی کو دور کریں نیز شاعر کے معمولی قیمت پر مشتمل وظیفے کی حالتِ زار کو بھی درست کریں۔